مدیر کے نام

رئیس احمد نعمانی ،علی گڑھ، بھارت

رسول کریمؐ نے ایک بار فرمایا تھا کہ میں راگ راگنی کو مٹانے کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ مگر آج کل نعت خوانی کے ساتھ موسیقی بھی دھڑا دھڑ چل رہی ہے۔ نعت کو گانے کے انداز اور سنگیت کے ساتھ پڑھنا دونوں باتیں ذکرِ رسولؐ کے ادب کے خلاف اور نبی کریمؐ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہیں۔ اسی طرح نعت خوانی کے مقابلوں میں تالیاں بجانے کا رجحان بھی سامنے آیا ہے۔ یہ حرکتیں شانِ رسولؐ میں بے ادبی کے سوا کچھ نہیں!

قاضی عبدالقادر ،کراچی

اس ماہ کے سرورق پر بہت رنگینی چھائی ہوئی ہے، یہاں تک کہ ترجمان القرآن کے نقطے تک مختلف رنگوں کے ہیں۔ اللہ! اللہ! ترجمان کی پیدایش ۱۹۳۲ء کی ہے اور اب اسّی (۸۰) کے پیٹے میں ہے۔ جوانی تو سادگی سے گزری، اب اس عمر میں یہ بھڑکیلے لباس کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ اس شمارے کی جان ''سوشلزم نمبر پر سید مودودی کا تبصرہ ۱۹۶۸ء'' ہے۔ بہت عرصے کے بعد سید صاحب کی اس طرح کی تحریر پڑھنے کو ملی۔ اس کے دو جملے تو یوں سمجھیں کہ قیامت ہی ڈھا گئے: ۱- آپ کی محنت قابلِ داد اور طباعت کے معاملے میں شدید تساہل قابلِ فریاد ہے۔ ۲- اشاعت کے لیے دیتے وقت پورے مضمون کی تصحیح کر دیجیے، مگر تصحیح اپنے قلمِ خاص سے کرنے کے بجائے کسی صاف نویس سے کرایئے تاکہ کاتب غریب فتنے میں نہ پڑے۔

عبدالقدیر سلیم ، کراچی

پروفیسر خورشید احمد کے 'اشارات' (ستمبر۲۰۱۲ء) محض اداریہ نہیں بلکہ پاکستان کی موجودہ سیاسی مقتدرہ اور امریکا کے تعلقات (افسوس ناک) پر ایک تحقیقی رپورٹ ہیں۔ اسی طرح انصار عباسی صاحب نے میڈیا کی برہنگی کا جس طرح پردہ چاک کیا ہے، اس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کاش! ہمارے علما اور ہماری مقتدرہ اس کا نوٹس لے۔

پروفیسر نیاز عرفان ،اسلام آباد

آنسہ عائشہ نصرت کا لکھا ہوا مضمون بعنوان ''پردہ قید نہیں، آزادی ہے'' (ستمبر۲۰۱۲ء) ایک منفرد، مدلل اور اس موضوع پر اب تک شائع ہونے والی تحریروں میں سب سے مؤثر تحریر ہے۔ ایک نوعمر خاتون کے قلم سے انگریزی زبان میں لکھے جانے والے مضمون کا امریکا کے معروف روزنامے نیویارک ٹائمز میں جگہ پانا جس کے اداراتی عملے سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ پردے کے حق میں ایک مشرقی لڑکی کی انگریزی میں

لکھی ہوئی کسی تحریر کو چھاپنا تو ایک طرف، پڑھنے کا روادار ہوسکتا، اس بات کا ثبوت ہے کہ مضمون نگار کو دلیل سے اپنی بات منوانے کا ملکہ حاصل ہے۔ یقیناً عائشہ نصرت ایک نابغہ روزگار خاتون ہیں۔ زندگی میں کوئی اعلیٰ مقام ان کا منتظر ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

عمر، خبیب، حسن، یاسر، طٰہٰ، عاکف، کراچی

مشرقی پاکستان کے گورنر شہاب الدین کا واقعہ (ستمبر ۲۰۱۲ء) تاریخ اسلام کا ایک درخشندہ باب ہے۔ کاش! ہماری زندگی کے ہر دائرے کے صاحبانِ اختیار اسے اپنے لیے نمونہ بنائیں۔ مسلمان تو ہے ہی وہی جو اتنا ایمان دار اور دیانت دار ہو! اللہ ان کی قبر کو اپنے نور سے بھر دے اور ہمارے اندر پیروی کا جذبہ پیدا کر دے۔

عاشق علی فیصل، جڑانوالہ، فیصل آباد

'آیاتِ سجدہ' (اگست ۲۰۱۲ء) ڈاکٹر محمد اقبال خلیل کا مضمون فہم قرآن کے حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ خصوصاً شانِ نزول کے بیان نے اس مضمون کو ایک نئی خصوصیت عطا کر دی ہے۔

احمد علی محمودی، حاصل پور

'میڈیا کی آزادی پر میڈیا کا شب خون' (ستمبر ۲۰۱۲ء) گھر کے فرد کی سچی گواہی ہے کہ کس طرح یہود و ہنود کے ایجنٹوں نے میڈیا کو اپنے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ ٹی وی چینل اور اینکر پرسنز کی زبانیں بند کرنا کہ وہ فحاشی و عریانی اور غیر قانونی انڈین چینل کے موضوع پر کوئی بات نہ کر سکیں، قوم و ملک کے لیے لمحۂ فکریہ اور آزادیِ صحافت پر ایک سنگین یلغار ہے۔ ان حالات میں اہلِ حق، باضمیر اور جرأت مند مذہبی، سیاسی و سماجی رہنماؤں، صحافیوں اور اینکر پرسنز کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ میڈیا میں چھائی ہوئی فحاشی و عریانی کے خلاف بھرپور آواز بلند کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر سید ظاہر شاہ ، پشاور

انگریزی ذریعۂ تعلیم کے ذریعے جہاں انگریزی تہذیب وثقافت بھی پھیلتی اور فروغ پاتی ہے، وہاں ہماری اپنی ثقافت وروایات بھی سکڑتی چلی جاتی ہیں۔ مثلاً اب کتنے افراد ہجری کیلنڈر اور تاریخوں سے واقفیت رکھ کر ان کو اپنے خطوط اور مراسلوں میں استعمال کرتے ہیں؟ اسی طرح کتنے ہی گھرانوں میں بچے اُردو زبان کے ہندسے لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہیں (بجاے ابوجان اورامی جان کے) اور ڈیڈ اور ممی وغیرہ کے استعمال کرتے ہیں۔ بچپن سے بچے کے ذہن میں یہ غلامانہ تصور بیٹھ جاتا ہے کہ دستخط صرف انگریزی زبان میں ہوتے ہیں۔ صرف چند کو مستثنا کر کے تقریباً تمام پاکستانی انگریزی زبان میں دستخط کرتے ہیں۔ بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں تہذیب وثقافت اور اقدار کا خاصا بڑا حصہ بن جاتی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی تہذیب و ثقافت اور اقدار و حیات کے سب سے پہلے ہم امین بن جائیں، اور گردونواح میں اس کو فروغ دینے کی کوشش کریں۔

فقیر واصل واسطی ، لاہور

'جنسی تعلیم اسلامی اقدار کی تناظر میں' (جون ۲۰۱۲ء) بہت ہی اچھا لکھا۔ مگر اس میں بھی ڈاکٹر صاحب کی شانِ اجتہادی نمایاں ہے۔ دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔ قرآن کریم جنسی جذبے کو حلال وحرام اور پاکیزگی اور نجاست کے تناظر میں بیان کرتا ہے تاکہ حصولِ لذت ایک اخلاقی ضابطے کے تحت ہو نہ کہ فکری اور جسمانی آوارگی کے ذریعے۔ چنانچہ عقیدۂ نکاح کو ایمان کی تکمیل اور انکارِ نکاح کو اُمت مسلمہ سے بغاوت کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے (ص ۶۴)۔ پتا نہیں یہ کسی آیت کا ترجمہ ہے یا حدیث کا، یا کوئی اجماعی قانون ہے؟ ایک اور جگہ وعن شبابہ فیما ابلاہ سے درج ذیل نتیجہ اخذ کیا ہے۔ احادیث بار بار اس طرف متوجہ کرتی ہیں کہ یوم الحساب میں جو سوالات پوچھے جائیں گے، ان میں سے ایک کا تعلق جوانی سے ہے اور دوسرے کا معاشی معاملات سے۔ گویا جنسی زندگی کا آغاز شادی کے بعد ہے، اس سے قبل نہیں (ص ۶۶)۔ ایک تو یہ کہ الفاظِ حدیث عام ہیں۔ دوسرے یہ کہ جوانی اور شادی میں کیا نسبتِ مساوات ہے؟

محمد اصغر، پشاور

'اسلام کے اقتصادی نظام کے نفاذ کا پہلا قدم ـــــ بیع سلم' (جون ۲۰۱۲ء) میں نجی سطح پر سود کے خاتمے کے قانون (۲۰۰۷ء) کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ اسی قانون کو صوبہ سرحد میں بھی نافذ کیا گیا تھا اور اے این پی کی موجودہ حکومت نے اسے غیرمؤثر کر دیا ہے۔ (ص ۵۴)

ریکارڈ کی درستی کے لیے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ راقم اُس ٹیم کا حصہ تھا جس نے پروفیسر خورشید احمد صاحب کی قیادت میں صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت کے دوران معیشت سے سود کے خاتمے کی جدوجہد میں حصہ لیا تھا۔ ایم ایم اے کی صوبائی حکومت نے پنجاب اسمبلی کے مذکورہ بالا قانون کو اختیار/ نافذ

نہیں کیا تھا بلکہ ایک الگ اور مربوط منصوبہ بندی کے تحت بنک آف خیبر ایکٹ کا ترمیمی بل ۲۰۰۴ء (adopt) صوبائی اسمبلی سے منظور کروا کر بنک آف خیبر کی تمام سودی شاخوں کو اسلامی بنکاری کی برانچوں میں تبدیل کرنے کی راہ ہموار کی تھی۔ اس ایکٹ کا پنجاب اسمبلی کے منظور کردہ ایکٹ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ تاہم صوبائی معیشت کو اسلامیانے کے لیے ایک الگ کمیشن جسٹس فدا محمد خان، جج شریعہ کورٹ، سپریم کورٹ آف پاکستان کی صدارت میں قائم کیا گیا تھا جس کا راقم بھی رُکن تھا۔ اِس کمیشن نے بڑی محنت کے ساتھ رپورٹ مرتب کی کہ کس طرح صوبائی معیشت کو سود سے پاک کیا جاسکتا ہے۔ افسوس کہ کچھ بیوروکریٹک کوتاہیوں اور اعلیٰ سیاسی قیادت کی عدم دل چسپی کے باعث کمیشن کی سفارشات حتمی شکل اختیار نہ کرسکیں اور ایم ایم اے کی حکومت کا دورانیہ مکمل ہوگیا۔

واضح رہے کہ اے این پی کی حکومت نے مکمل طور پر بنک آف خیبر کو دوبارہ سودی کاروبار میں تبدیل نہیں کیا بلکہ بنک کی پرانی سودی برانچوں کو اسلامی برانچیں بننے سے روکنے کے لیے بنک آف خیبر ایکٹ میں دوبارہ ترمیم کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دی ہے۔ لیکن اس کے باجود وہ بنک آف خیبر میں اسلامی برانچوں کو غیرمؤثر کرنے یا نقصان پہنچانے میں (کوشش کے باوجود) کامیاب نہ ہوسکے۔ لہٰذا ایم ایم اے دور کا کام محفوظ اور intact ہے اور ان شاء اللہ جب دوبارہ ہمیں اقتدار ملے گا تو اسلامی بنکاری اور اسلامی معیشت کے کام کا آغاز وہیں سے ہوگا جہاں اِسے اے این پی اور پیپلز پارٹی کی مخلوط صوبائی حکومت نے پھیلنے سے روکا ہے۔